وشوا بھارتی یونیورسٹی کے

فارسی، عربی اور اردو مخطوطات

مولانا عبدالوہاب بدر بستوی، سنٹرل لائبریری وشوا بھارتی یونیورسٹی (مغربی بنگال)

(۱)

تعارف شعبۂ اسلامیات | قلمی نسخہ جات سے متعلق کچھ عرض کرنے سے قبل یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کا مختصر تعارف ناظرین کی معلومات کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہاں لائبریری میں فارسی، عربی اور اردو کتب کا ذخیرہ شعبۂ اسلامی قائم ہونے کی وجہ ہی سے شروع ہوا ہے۔

۱۹۲۷ء سے ۱۹۶۸ء تک کی الگ الگ مطبوعہ سالانہ رپورٹ اور ماہانہ رسالہ (Visva Bharati News) میں تلاش کے بعد شعبۂ اسلامیات سے متعلق جس قدر مواد مل سکا انہی سے خاص خاص اطلاعات مختصراً ہدیۂ ناظرین کی جا رہی ہیں۔

رابندر ناتھ ٹیگور کی ایماء سے ۱۹۲۷ء کی ابتداء میں چار افراد پر مشتمل ایک کمیٹی کی تشکیل ہوئی جس نے شعبۂ اسلامی قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ کمیٹی کے صدر ڈاکٹر سونیتی کمار چیٹرجی اور ممبروں میں سے ایک تو خود رابندر ناتھ ٹیگور کے لڑکے رتندر ناتھ ٹیگور بھی تھے[۱] منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نظام حیدر آباد نے جولائی ۱۹۲۷ء میں ایک لاکھ روپے کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا تھا[۲] جس کے تحت کورٹ کی میٹنگ نے "نظام پروفیسر" کا ایک منصب

جاری کیا لیکن اس منصب پر کسی لائق اسکالر کو مقرر کرنے سے قبل روس کے انڈولوجسٹ پروفیسر ایل۔ بگرانوف[۴] کو عارضی طور پر فروری ۱۹۲۸ء میں عربی و فارسی کا لکچرر مقرر کر دیا تھا اور پھر "نظام پروفیسر شپ" کے لیے باقاعدہ اعلان نامہ جاری کیا گیا۔ اس اعلان کے بموجب ہند اور بیرون ہند سے متعدد امیدواروں کی درخواستیں آئیں لیکن مذکورہ منصب کی سعادت ڈاکٹر جولیس[۵] جرمانوس (سابق پروفیسر اسلامیات، اور نٹیل انسٹی ٹیوٹ آف دی رائل ہنگرین یونیورسٹی، بوڈاپیسٹ) کے حصے میں آئی[۵]۔

چنانچہ پروفیسر موصوف نے اپریل ۱۹۲۹ء میں اپنے منصب کا چارج لیا[۶]۔ پھر چند ہی دنوں کے بعد مسٹر ایل بگرانوف کو بھی مستقل طور پر فارسی کی معلمی کے لیے پروانۂ تقرری دے دیا گیا[۷]۔

مسٹر ایل بگرانوف جون ۱۹۳۰ء[۸] اور پروفیسر جولیس جرمانوس مارچ ۱۹۳۲ء[۹] تک شعبہ کی خدمات کر کے اپنے اپنے وطن چلے گئے۔ انہی دونوں کے زمانے میں امرتسر کے مولانا ضیاء الدین[۱۰] صاحب ایم۔ اے بسلسلۂ تحقیق مطالعہ شعبۂ اسلامی میں موجود تھے جنھیں[۱۱] کالج کے ذمہ داروں نے اپریل ۱۹۳۲ء میں شعبہ کی معلمی کے لیے تقرری دے دی[۱۲]۔ یہ موصوف کچھ دنوں کی رخصت لے کر اپنے وطن امرتسر گئے جہاں بعارضۂ میعادی بخار جولائی ۱۹۳۶ء میں وفات ہو گئی[۱۳]۔

۱۹۳۵ء میں پروفیسر اجمل خاں مرحوم ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے تشریف لائے[۱۴] اور تقریباً تین سال میں اپنا تحقیقی مقالہ مکمل کر کے مارچ ۱۹۳۸ء میں یہاں سے چلے گئے پھر اسی سال (۱۹۳۸ء) مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے پرائیوٹ سکریٹری منتخب ہو گئے تھے[۱۵]۔

مولانا ضیاء الدین صاحب کی وفات کے بعد چند ماہ ڈیپارٹمنٹ میں کوئی بھی اسٹاف نہ تھا۔ پھر جنوری ۱۹۳۹ء میں کالج کی اعلیٰ کمیٹی نے بنگال ہی کے ایک صاحب علم مولانا آدم الدین ایم۔ اے کو شعبہ کی ذمہ داری تفویض کی اور اسی سال (۱۹۳۹ء میں) مزید تین اسکالروں کو ریسرچ کے لیے انتخاب کیا گیا، جن میں سے ایک مولانا ابوظفر صاحب ندوی مرحوم جو صرف ۳ ماہ (جنوری

تا اپریل) تھے اور دوسرے ظہیر احمد صابری صاحب جن کی مدت قیام ذیل ماہ (جولائی ۱۹۳۹ء تا اپریل ۱۹۴۰ء) تھی اور تیسرے مسٹر بکرم جیت حسرت جنھوں نے دو برس تک قیام کر کے اپنی ریسرچ مکمل کی[۱۶] اور پھر بعد میں یہیں موصوف کو فارسی کا لکچرر بنا دیا گیا۔

ظہیر احمد صابری کے چلے جانے کے بعد ان کی جگہ پر لاہور کے فضل محمود اثیری ایم۔اے۔ بی۔ٹی کو ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے لیا گیا۔[۱۷] انھوں نے بھی اپنا تحقیقی مقالہ مکمل کیا اور پھر یہیں معلمی کے منصب پر سرفراز کیے گئے۔ اثیری صاحب کی معلمی کے لیے تقرری مولانا اکرم الدین کی سبکدوشی کے بعد ہوئی تھی۔ اثیری صاحب کے زمانے میں بنگال ہی کے ایک اسکالر مسٹر نِرود بھوشن رائے[۱۸] (Nirod Bhushan Roy) کا کسی نہ کسی طرح شعبہ اسلامیات سے کچھ لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب اثیری صاحب ۱۹۵۲ء میں شعبہ سے الگ ہو کر اپنے وطن چلے گئے تو مسٹر نرود بھوشن رائے ہی کو ڈیپارٹمنٹ کا مختار کل بنا دیا گیا۔[۱۹] یہ جولائی ۱۹۶۱ء تک منصب ریڈر اور صدارتِ شعبہ پر جمے رہے۔ اِن کے بعد اگست ۱۹۶۱ء میں بنگلہ زبان کے ایک ادیب سید مجتبیٰ علی سے شعبہ کی صدارتی جگہ پُر کی گئی۔[۲۰] لیکن افسوس ہے کہ اِن دونوں حضرات کے زمانے میں کسی دوسرے اسٹاف یا ریسرچ اسکالر کے لیے قطعاً کوئی گنجائش نہ نکل سکی اور اس سے بھی زیادہ تلخ حقیقت یہ سامنے آئی کہ عربی، اردو اور فارسی کی تعلیمی رفتار کلی طور پر بند ہو گئی۔ صرف نِرود بھوشن رائے کی ایک تحقیقی تصنیف ضرور منظر عام پر آ سکی۔

۱۹۶۶ء کی ابتدا میں ڈاکٹر عبدالحق انصاری (علیگ) شعبۂ فلسفہ میں بحیثیت لکچرر تشریف لائے اور اسی سال شعبۂ اسلامی کے لیے "ریڈر منصب" کا اشتہار اخبار میں شائع ہوا۔ شعبہ اسلامی کی خوش قسمتی تھی کہ مذکورہ منصب کے لیے موصوف کا انتخاب ہو گیا۔[۲۲] ڈاکٹر انصاری صاحب شعبہ کا چارج لینے کے بعد ہی سے اس کی ترقی کے لیے جد و جہد کرنے لگے چنانچہ ایک سال کے اندر ہی اندر ایک ریسرچ اسکالر ڈاکٹر حافظ محمد طاہر علی صاحب کلکتوی کو تحقیقی کام کرنے کے لیے شعبہ اسلامی میں موقعہ فراہم ہو گیا۔ حافظ موصوف نے

شیخ محب اللہ الہ آبادی کی ایک کتاب "مناظر اخص الخواص" کی تصحیح و ترتیب پر ڈاکٹر انصاری[۲۳] صاحب کی نگرانی میں اپنی تحقیق مکمل کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انصاری صاحب کی مسلسل کوششوں کے طفیل عربی، فارسی اور اردو کی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ گو تعلیم کا معیار سرٹیفکیٹ اور ڈپلوما ہی کے نہج پر ہے لیکن موصوف کی پیہم جد و جہد ہے کہ یہ تینوں زبانیں ریگولر کورس کی حیثیت اختیار کر لیں۔ بہرحال کوششیں بار آور ہو رہی ہیں چنانچہ فارسی کے لیے یہ کامیابی ہو چکی ہے اور ڈاکٹر حافظ[۲۴] محمد طاہر علی صاحب کو فارسی کا لکچرر مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس تعلیمی نظم کے ساتھ ساتھ "نظام اسکالرشپ" کی حیثیت سے ایک ریسرچ اسکالر (شریف ارشد مونگیری ایم۔ اے) (علیگ) بھی شعبۂ اسلامی میں تحقیقی مطالعہ میں مصروف ہیں۔

پچھلے صفحات میں شعبۂ اسلامیات سے متعلق جتنے بھی مستقل اسٹاف کا ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۵۲ء تک کے درمیانی دور میں بھی چند اہل علم کو عارضی طور پر شعبہ میں چند ماہ کے لیے وقتاً فوقتاً بحیثیت اسٹاف لیا جاتا رہا ہے لیکن ان چند ماہی اسٹاف کا ذکر کوئی اہمیت نہیں رکھتا البتہ دو عظیم شخصیتوں کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک مسٹر شہید سہروردی جو اگست دسمبر ۱۹۳۲ء میں[۲۵] تھے۔ اور دوسرے ایران کے پروفیسر آغا پور داؤد غالباً تین ماہ تک ۱۹۳۳ء میں[۲۶] تھے۔ یہاں پر وفیسر داؤد کے ضمن میں یہ ایک اہم خبر قابل ذکر ہے کہ شاہِ ایران "وشوا بھارتی" میں ایرانی تہذیب و ثقافت کا شعبہ کھولنا چاہتے تھے اور اس شعبہ کے لیے پروفیسر داؤد کا انتخاب کیا تھا لیکن پروفیسر موصوف اپنی چند معذوریوں کے تحت مذکورہ شعبہ سنبھالنے پر آمادہ نہ ہو سکے جس کی بنا پر یہ شعبہ یہاں عملی شکل اختیار نہ کر سکا۔[۲۷]

ان معروضات کے بعد ایک نظر ان رقومات پر بھی ڈالتے چلیے جو نظام حیدر آباد نے مختلف اوقات میں شعبۂ اسلامیات اور تعمیرِ کوارٹر کے سلسلے میں عنایت فرمائی تھیں:

جولائی ۱۹۲۷ء	ایک لاکھ روپے	برائے اجراء شعبۂ اسلامیات[29]
	انیس ہزار ۱۹۰۰۰ ،،	بغرض تعمیر کوارٹر (برائے اسٹاف شعبۂ اسلامیات)[30]
اپریل ۱۹۵۲ء	پندرہ ہزار ۱۵۰۰۰ ،،	برائے اردو اور اسلامک اسٹڈیز[31]
جنوری ۱۹۵۳ء	سات ہزار پانچسو ،، ۷۵۰۰	ایضاً[32]
	پانچ ہزار ۵۰۰۰ ،،	برائے کوارٹر مذکورہ بالا[33]

ان رقومات کے علاوہ پرلیڈنٹ فنڈ میں بھی نظام حیدرآباد اور دیگر مسلم اہل دل کے عطیات کی فہرست یہاں کی سالانہ رپورٹوں میں موجود ہے۔

ابتداء شعبۂ اسلامی سے آج تک کی یہ ایک مختصر تاریخ ہے معلّمین و محققین کے علمی کاموں کی تفصیل قصداً قلم انداز کی گئی ہے کیونکہ اس کی حیثیت ایک الگ مضمون کی ہے اور بہ پیش نظر عنوان سے کچھ غیر متعلق ہے۔ ویسے میرے پاس یہاں کے اسلامیات کے اسٹاف سے متعلق کافی مواد موجود ہے۔

لائبریری | وشوا بھارتی یونیورسٹی جب کالج کی شکل میں تھی اس زمانے میں اردو، فارسی اور عربی کتب شعبۂ اسلامیات ہی میں رہتی تھیں پھر یونیورسٹی کی مستقل "سنٹرل لائبریری" کے نام سے ایک الگ بلڈنگ میں منتقل ہو گئیں۔

عربی کی مطبوعہ کتب سب سے پہلے شاہ مصر کی جانب سے ۱۹۲۷ء میں بطور تحفہ دستیاب ہوئیں[34] پھر ۱۹۲۹ء سے حیدرآباد دکن اور انجمن احمدیہ لاہور سے بھی ہدیۂ عربی، فارسی اور اردو کتب کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا[35]۔ ان کے علاوہ مذکورہ سالوں میں تینوں زبانوں کی کتابیں خریدی بھی گئیں۔

قلمی نسخہ جات کی فراہمی غالباً ۱۹۳۵ء میں مولانا ضیاء الدین صاحب امرتسری کے ذریعے ہوئی اور بعد میں دیگر محققین شعبۂ اسلامیات کی کوششوں سے ۱۹۵۲ء تک یہ سلسلہ قائم رہا۔ اس کے بعد تو کہنا چاہیے کہ شعبہ پر کیفیتِ انجماد طاری رہی جس کے نتیجے میں مطبوعات و مخطوطات کا سلسلہ قطعی طور پر بند رہا۔ پھر ۱۹۶۶ء سے شعبہ متحرک ہوا تو کتب کی خریداری کا سلسلہ بھی

شروع ہو گیا، "تحفۃً" بھی کتابیں آنے لگیں اور چند قلمی نسخے بھی مہیا کیے گئے۔

یہاں کے ذخیرۂ مخطوطات میں فارسی نسخے زیادہ ہیں اس لیے اولاً انہی کے تعارف پہلے ہدیۂ ناظرین کیے جا رہے ہیں۔ ان نسخوں کے سلسلے میں یہاں لائبریری میں دوسرے اداروں کی جو مختلف کٹلگ کتابیں موجود ہیں ان کے مطالعے کے بعد یہ حقیقت سامنے آئی کہ کچھ نسخے ایسے ہیں جو ہندوستان کے دوسرے اداروں میں نہیں ہیں اس لیے ان کو "نایاب" تصور کر لیا گیا۔ اور کچھ ایسے ہیں جو کم جگہوں میں پائے جاتے ہیں تو انھیں "کمیاب" کے زمرے میں رکھا گیا اور کچھ وہ ہیں جو ہندوستان کے ہر ادارے میں تقریباً پائے جاتے ہیں اس لیے وہ "پایاب" خیال کیے گئے۔ اب اس تقسیم کے بعد "نایاب نسخوں" سے تعارف کی ابتدا کی جا رہی ہے۔ اس مختصر تعارف سے ممکن ہے ناظرین تشنگی محسوس کریں اور مزید معلومات کے متمنی ہوں۔ اس لیے معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ طوالتِ مضمون کا خوف حائل ہے۔ پوری تفصیل کے لیے بصورت کتاب ہی اس کے اوراق متحمل ہو سکتے ہیں، رسالہ کے صفحات میں یہ سکت نہیں۔ اس اختصار سے تو صرف اسی قدر مقصد پیش نظر ہے کہ نسخے اور اس کے موضوعات سے متعلق اہلِ ذوق و تحقیق تک اطلاع پہنچ جائے اور بس۔ کمیاب اور پایاب نسخوں کے تعارفی سلسلے میں البتہ مزید تفصیل عرض کی جائے گی۔ نایاب نسخوں کے مصنفین کے متعلق کچھ عرض کرنے کے لیے کوئی مواد کہیں سے بھی میسر نہیں آیا۔ جس کا افسوس ہے۔

کمیِ علم اور اپنے محدود مطالعے کا عذر پیش کرتے ہوئے سنجیدہ محققین بزرگوں اور احباب سے ملتجی ہوں کہ خامیوں سے مجھے آگاہی بخشیں گے۔

نایاب فارسی مخطوطات

مفید الطالبین | مرتب و کاتب محمد ناطق رضوی۔ سن کتابت مذکور نہیں۔ کتابت نیم خط شکستہ صفحات ۳۲۔

سلطان الولایت سید شاہ فضل احمد کابلی سرہندی سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ تھے جن کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے فرمودات کو مرتب موصوف نے قلم بند کیا ہے۔ مرتب موصوف ص۲ پر موضوعِ فرمودات کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"مختصر در بیان لطائف سنیۃ وبعضی از خصائص وکمالات ایں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ وطریقۂ متعالیہ مجددیہ از برائے متوسلان ایں خاندان عالیشان ومنسلکان ایں مسلک قوی البرہان جمع نمودہ شد" الخ

نسخہ کے آخر میں مزید سولہ صفحات منسلک ہیں جن میں دعائی حزب البحر و دیگر قسم کی دعاؤں اور ان کے فوائد کا بیان ہے۔ لیکن اس حصے کی کتابت مختلف ہے۔

خلاصۃ الاسلام | مصنفہ، عبدالرحمٰن۔ کاتب اور تاریخِ کتابت مذکور نہیں۔ کتابت خطِ شکستہ صفحات ۱۴۹۔

یہ نسخہ عقائد اور مسائل فقہ پر مشتمل ہے جو عقائد نسفی، ترغیب الصلوٰۃ، کنز الدقائق اور فقہ کی دیگر کتب کی بنیاد پر تصنیف کیا گیا ہے۔ مضامین کی ترتیب ابواب اور فصول کے تحت ہے لیکن ان کی ترتیب وکتابت میں خامیاں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ایمان، وضو اور نجاست کا بیان تو ابواب کے تحت ہے اور نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے لیے ابواب کی قید نہیں جبکہ ان اہم ارکان اسلام کے مسائل کافی تشریح کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ مزید نقص یہ ہے کہ ابتدائی صفحات میں تو کہیں کہیں عنوانات سُرخ روشنائی اور جلی حروف سے نمایاں کیے گئے لیکن بعد کے صفحات میں پھر کوئی قید نہیں رکھی گئی۔ غالباً یہ نقائص کاتب کی لاپرواہی کا نتیجہ ہیں۔

شمس العقائد | مصنفہ، محمد اسحٰق بن صدرالدین الحسینی القُبائی۔ کاتب اور تاریخِ کتابت کا کہیں ذکر نہیں۔ طرزِ کتابت نستعلیق اور جابجا خطِ شکستہ۔ صفحات ۱۱۰

یہ نسخہ فن کلام پر ہے جو مقدمہ، پانچ ابواب اور خاتمہ پر مشتمل تھا۔ نیز ابواب کے تحت فصلیں بھی تھیں لیکن پیشِ نظر نسخہ صرف باب چہارم تک ہے اور بقیہ ناقص۔ مقدمہ اور ابواب

کی ترتیب حسب ذیل ہے :-

مقدمہ ——— محتوی بر دو بحث است : بحث اول در مناظرہ ونظر مناظر در مسائل دینیہ۔ بحث دوم در حقائق اشیاء۔

باب اول ——— یہ عنوان نمایاں طور پر مذکور نہیں۔ فصول بھی متعدد رہی ہونگی جن میں سے چند ہی نمایاں ہیں۔ اس باب کے تحت خدا کی قدرت وعلم اور اس کی دیگر صفات پر مفصل بحث موجود ہے۔

باب دوم ——— در ذکر نبی ص وولی وآنچہ بداں تعلق دارد۔ باب سوم در احوال قبر و قیامت۔ باب چہارم در ایمان۔

ہفت دلبر (مثنوی) مصنفہ، نامی۔ سال کتابت ۱۱۷۹ھ بنگلہ۔ کتابت نیم نستعلیق۔ کاتب نصف اول مانک چند۔ اور نصف آخر کے کاتب دوسرے کوئی صاحب ہیں جن کے بارے میں مانک چند لکھتے ہیں :

"نصف یکی از آشنایانِ فقیر کہ نامش نوشتن باعث رنجیدن اوشان است لہذا موقوف نمود"

یہ مثنوی شاعر نے نظامی گنجوی کی "ہفت پیکر" کے مقابلے میں ترتیب دی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"ہفت پیکر نظامی نامی — گفت بر نام شاہ بہرامی
بیں کہ متن ہفت دلبر رعنا — چہ نکو کردہ ام زخود انشاء
شکر للہ کہ ایں صحیفۂ خوب — آمدہ طرفہ دلکش ومحبوب
سربسر قصہ ہائے او رنگین — ہر یکی آں زدیگری شیریں"

پوری مثنوی "سات مجالس اور خاتمہ" پر مشتمل تھی لیکن پیش نظر نسخہ میں صرف "مجلس روز ششم" کے آخری ۵۷ اشعار، "مجلس روز ہفتم" کے ۴۵ اشعار اور "خاتمہ" کے اہم اشعار ہیں، باقی ناقص۔ شاعر نے یہ مثنوی شاہ ابو المعالی کی طرف منسوب کی ہے۔ ملاحظہ ہو ذیل کا شعر:

"کرد اتمام آں بنام شہی　　کو رست بر آسمان قدر رہی"

مذکورہ بالا اشعار مثنوی کے آخری عنوان "داستان در ختم ایں اوراق تمکین رقم بنام شاہ ابوالمعالی" سے پیش کیے گئے ہیں۔

دیوان آثم | صاحب دیوان شاعر آثم (شاعر کا نام مذکور نہیں) تاریخ کتابت اور اسم کاتب کا نسخہ میں کہیں ذکر نہیں پایا گیا۔ صفحات ۳۲۴۔

کتابت بطرز شکستہ۔ نسخہ بہت قدیم معلوم ہوتا ہے۔ صفحات پر جگہ جگہ کیڑوں نے اپنے دانتوں کی آزمائش کی ہے جن کی وجہ سے کہیں کہیں کے الفاظ لقمۂ کرمان بن چکے ہیں۔ یہ غزلیات کا دیوان ہے جو حروفِ تہجی کے طرز پر مرتب ہے۔ آخر کے پچیس[۲۵] صفحات رباعیات کے ہیں۔

بحرین (در صنعت عروض و قوافی) | مصنفہ افتخار الدین علی خاں شہرت ابن محمد یار بیگ خاں۔ کاتب سربلند خاں، متوطن موسیٰ نگر ضلع کانپور۔ تاریخ کتابت ۲۱ رجمادی الاول ۱۲۴۶ھ صفحات ۱۴۰۔

موضوعِ نسخہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ نسخہ تین بڑے عنوانات اور ان کے تحت متعدد منقسم عنوانات پر حاوی ہے۔ نمونۃً صرف تینوں بڑے عنوانات حسب ذیل ہیں:

"بحر اول　　در بیان عروض و آں محیط است بر شش جدول

بحر دوم　　در بیان قافیہ منشعب بدہ نہر۔

خاتمہ　　در غواصی بطلب درر غرر فوائد دیگر۔"

کاتب نے اِس نسخہ "بحرین" کے ساتھ سید انشاء کی "دریائے لطافت" کا انتخاب فن عروض سے متعلق دس صفحات اور عبدالواسع ہانسوی کی "دستور شگرف" شامل کر کے ایک کتاب بنانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہاں صرف نایاب نسخوں کا تذکرہ مقصود ہے اس لیے "انتخاب دریای لطافت" اور "دستور شگرف" کا تعارف بعد میں کمیاب نسخوں کے ساتھ کیا جائے گا۔

انشاء مختصر العبارت | مصنفہ محمد شریف۔ کاتب سید امیر الدین۔ تاریخ کتابت مذکور نہیں۔ صفحات ۲۴۔

یہ نسخہ فن انشاء پر ہے جس میں کل بارہ[1] خطوط ہیں جو خاندانی افراد، رشتہ داران، استادوں اور شاگردوں کے مابین لکھے گئے ہیں خطوط کے عنوانات کی ابتداء "نامہ" یا "عرضداشت" سے کی گئی ہے۔

خطوط | ابتدا، درمیان اور آخر ناقص ہے جس کی وجہ سے نسخہ کا مخصوص نام، اسم مصنف و کاتب اور تاریخ کتابت کا ذکر نہیں مل سکا۔ کتابت خط شکستہ۔ صفحات موجودہ ۳۶

کل اکیس[2] خطوط ہیں اور عہد عالمگیری کے معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ شیوا جی کے استیصال دارا شکوہ اور اس کے لڑکے کی گرفتاری و دیگر مہمات دکن اور آبہائے ستلج و بیاس کا تذکرہ ملتا ہے۔ ہر خط کی ابتداء عموماً لفظ "رساند" سے ہوتی ہے۔ غرضیکہ دور عالمگیری کی اکثر مہمات جنگی پر یہ خطوط نہایت اہم دستاویزات کی حیثیت رکھتے ہیں۔

رقعات | مرتب اور تاریخ کتابت مذکور نہیں۔ کاتب منشی غریب اللہ۔ کتابت بخط شکستہ صفحات ۳۶۔

ان رقعات کا مجموعہ بغیر دیباچہ کے ہے اس لیے رقعات کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوتی البتہ ان میں جن افراد کا ذکر ملتا ہے انہی سے عہد اور مقاصد رقعات کے سلسلے کا کچھ علم ہو سکتا ہے۔ ان میں باغیانہ سرگرمیوں، تحفہ، اشیاء کی وصولیابی کی شکرگزاری اور کسی بچے کی ولادت پر مبارکبادی وغیرہ کا بیان پایا جاتا ہے۔ چند خاص خاص نام جن کو رقعات میں خطاب کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

"برخوردار محمد مراد۔ دیوان صاحب۔ لالہ پرتاب نرائن۔ خان صاحب۔ رحمت علی بیگ۔ مرزا صاحب۔ پیر مرشد حقیقی۔ برادر عزیز حاجی عبدالعزیز۔ آقا محمد زماں۔ کفایت اللہ بیگ۔ میر محمد زمان۔ کشن چند۔ محمد کامل۔ بابا جان کلب علی خاں وغیرہ"

خطوط و جوابات[1] | ٹائٹل، اسم مرتب و کاتب اور تاریخ کتابت کا ذکر نہیں مل سکا کیوں کہ نسخہ ابتداء، درمیان اور آخر سے ناقص ہے۔ کتابت نیم نستعلیق۔ موجودہ صفحات ۴۶۔

جتنے بھی خطوط ہیں ان میں کسی بھی مخاطب کا ذکر نہیں ملتا۔ اکثر و بیشتر خطوط تہنیت کے ہیں۔ چند مخصوص عنوانات ملاحظہ ہوں:

"در جواب بطبقہ اعلیٰ از منجمین نویسند۔ بطبقہ اوسط از منجمین نویسند۔ در جواب بطبقہ اوسط از منجمین نویسند۔ در تہنیت تسخیر ملکی۔ در تہنیت امارت و حکومت۔ در تہنیت صدارت و وزارت۔ در تہنیت قضاۃ۔ در تہنیت قدوم سلاطین" وغیرہ۔

کچھ عنوانات صرف "نوع دیگر" کے ساتھ معنون ہیں لیکن ان کے تحت مضامین خطوط نہیں بلکہ القاب و خطابات ہی تک محدود ہیں۔

آئین و ضوابط | اول، آخر اور درمیانی صفحات کہیں کہیں ناقص ہیں جن کی بنا پر تصنیف کے مخصوص نام کا پتہ نہیں چلتا اور نہ اسم مصنف ہی کا کہیں اشارہ پایا جاتا ہے۔ آخر ناقص ہونے کی وجہ سے کاتب اور تاریخ کتابت کا نشان بھی مفقود ہے۔ کتابت نیم خط شکستہ۔ صفحات ۴۴۔

یہ نسخہ آئینِ حکومت در عہد نوابان بنگال پر مشتمل ہے۔ مزید برآں چونکہ اس پورے عہد میں کچھ عرصہ تک صوبہ بہار و اڑیسہ بھی نوابان بنگال کے ماتحت تھا اس لیے ضمناً کچھ ضوابط صوبہ بہار اور اڑیسہ سے متعلق بھی بیان کیے گئے ہیں۔

احکام کونسل در باب عدالت | کتابت خط شکستہ۔ صفحات ۱۵۔ آخر ناقص اور ابتدا میں بھی کوئی تمہید یا دیباچہ نہیں کہ جس کے توسط سے تصنیف، مصنف، کاتب اور تاریخ کتابت کا معمہ حل ہو سکے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوراق کسی کا حصہ ہیں۔ اصل عبارت جہاں سے شروع ہوتی ہے اسی صفحے کے اوپری حصے پر مذکورہ نام درج ہے۔

اس نسخہ میں کل ۳۷ احکام ہیں جن میں مختلف تنازعات اور عدالتوں کا ذکر ہے اور یہ وضاحت

کی گئی ہے کہ کونسا تنازعہ کس عدالت میں پیش کیا جانا چاہیے اور ان متنازعہ امور کے فیصلہ کرنے کے مجاز کس کس قسم کے حاکم ہو سکیں گے۔ وجہ تنازعات میں مالگذاری، وراثت، کسی مال پر ناجائز قبضہ، زنا، چوری، ڈکیتی اور فوجداری کا بیان مذکور ہے۔

صفحات پر متعدد جگہوں میں عدالتِ کلکتہ اور گورنر کا ذکر بھی موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور انگریزوں کا ہندوستان میں غالباً جب تسلّط ہو چکا تھا اسی عہد میں نسخہ کی ترتیب ہوئی ہے۔

فنِ صرف | نسخہ مکمل ہے لیکن نام تصنیف و مصنف مذکور نہیں۔ کاتب ولایت علی محکمہ بولپور ضلع بیر بھوم (مغربی بنگال) کتابت خوشخط۔ تاریخ کتابت درج نہیں صفحات ۸۰۔

اس کا دیباچہ صرف ایک شعر میں ہے جس کا پہلا مصرعہ حمدیہ اور دوسرا نعتیہ ہے قواعد عربی کا یہ نسخہ نظم و نثر کے لباس میں ملبوس ہے۔ شروع کے آٹھ اور آخر کے پانچ صفحات مسلسل بصورت نظم ہیں نیز درمیانی صفحات پر موقعہ بموقعہ نظمیں ہیں۔ ان نظموں کے شروع کرنے سے قبل جلی خطوں میں "قال ابن الناظم" مذکور ہے۔ نسخہ میں پورے صرفی قواعد تو نہیں ہیں لیکن جس قدر بھی ہیں وہ کافی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

نامعلوم الاسم | اول و آخر ناقص جس کی وجہ سے مصنف، کاتب اور تاریخ کتابت سے نظر آشنا نہ ہو سکی۔ کتابت خوشخط۔ صفحات ۵۶

یہ نسخہ مختلف مسائل اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے جو بصورت نظم مرتب ہے۔ چند حسب ذیل عنوانات سے موضوع نسخہ کا پتہ لگ سکتا ہے:

(۱) القطعۃ الاخری فی اسامی الشہور الفارسیہ (۲)

(۲) " " " السنین "

(۳) " " " " الترکیہ

(۴) " " فی بیت القمر

(۵) القطعۃ الاخری فی اسامی السبعۃ السیّارۃ بالعربیہ

(۶) فی اسامی النجوم السبعۃ الفارسیہ

(۷) القطعۃ فی حساب جمل

(۸) القطعۃ الاخری فی سن الابل

بیشتر عنوانات صرف "القطعۃ الاخری" ہی کے ساتھ معنون ہیں اور اُن کے تحت مختلف بیانات ہیں۔ نسخہ کے آغاز اور آخر میں کچھ ایسے اشعار بھی ہیں جن سے عربی فارسی لغت کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً ابتدا کا یہ ایک شعر ؎

مِنْ دعَنْ از الیٰ وحتّٰی تا اَیْنَ کو کَیفَ چون اَم و اَوْ یا

ع ع ف ع ع ف ع ف ع ف ع ع ف

اسی طرح متعدد اشعار ہیں جن کے نیچے حروف ع اور ف سے عربی اور فارسی الفاظ کی نشاندہی مقصود ہے۔

طب | مصنف، تصنیف اور کاتب کے ناموں کا سراغ نہیں مل سکا۔ سال کتابت ۱۲۶۱ھ، بنگلہ صفحات ۱۹۲۔

اس قلمی کتاب کی خستگی اور کرم خوردگی کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی ورق کو ہاتھ لگانا چاہیں تو نہایت ہی درد انگیز فریاد نکلتی معلوم ہوتی ہے۔ یہ نسخہ فصل وار ۹۷ فصول پر مرتب ہے۔ ابتداء اور آخر میں اصل نسخہ کے علاوہ کچھ بے ترتیب بیانات کے صفحات بھی ہیں جن میں دعائیں، تعویذات، نقوش، فالنامہ غوث الثقلین، مناجات، اسم خواجہ حسن بصری، بوستان سعدی اور دیگر شعراء کے منتخب اشعار نیز دواؤں کے نسخہ جات مذکور ہیں اور ان میں سے دس صفحات بنگلہ زبان میں ہیں جو مختلف امراض و دواؤں کے نسخہ جات پر مشتمل ہیں۔

اصل نسخہ میں تین صفحات کا دیباچہ ہے اس کے بعد فصول کی مع عنوان فہرست ہے پھر اصل موضوع کا آغاز ہوتا ہے جس میں امراض اور ان کے نسخہ جات کی تفصیل ہے۔ امراض اور

ادویہ کے زیادہ تر نام ہندی اور جابجا بنگلہ زبان کے ہیں۔کتاب کے ایک صفحہ کے حاشیہ پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ بعض بعض نسخہ ہای ادویہ کتاب "طب قاسمی" سے لیے گئے ہیں۔

آیورویدک سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اگر وہ کچھ فارسی زبان سے آشنا ہوں تو ان کے لیے اس کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔

نامعلوم الاسم تصنیف | مصنف، کاتب اور تاریخ کتابت درج نہیں۔کتابت نیم نستعلیق۔ صفحات ۲۱۶۔

ابتدا، اور آخر ناقص لیکن جتنا بھی حصہ موجود ہے قابل قدر اور لائق مطالعہ ہے۔اس کے مضامین آلِ محمد کی تعریف اور حمایت پر مشتمل ہیں نیز حضرت معاویہؓ اور یزید کے وہ کارنامے بھی مذکور ہیں جو آل محمد کے ساتھ پیش آئے۔غرضیکہ یہ نسخہ اپنے موضوع کے لحاظ سے کافی تفصیلی معلومات فراہم کرتا ہے۔گو کچھ واقعات ایسے مذکور ہیں جن کی صحت میں شک معلوم ہوتا ہے۔

بمتعلق علم نجوم | تصنیف، مصنف، کاتب اور تاریخ کتابت مذکور نہیں۔ اول و آخر ناقص کتابت خوشخط۔ صفحات ۱۴۰

اس نسخہ میں مختلف عنوانات کے تحت علم نجوم سے متعلق کافی تفصیلات ہیں۔ نسخہ فارسی زبان میں لکھا گیا ہے لیکن فن نجوم ہندی ہے جس کی وجہ سے عبارات اور بنے ہوئے خاکوں و نقوش میں اکثر مقامات پر الفاظ ہندی کے استعمال کیے گئے ہیں۔ذیل کے چند نمونوں سے کچھ وضاحت ہوسکے گی:

نمونۂ خاکہ "

حوتی حولالی لوئی لوا	جھکہ راس	امی اد امی او بائی لوئی برکھہ

"

نمونۂ عنوانات "دانستن صاحب طالع یعنی سوامی دوازدہ بروج کہ راس باشد۔ دانستن شرف مکان ہر ستارہ کہ در ہندوی اوح گویند۔ دانستن جوبا یعنی مکان کمتر ہر کواکب کہ در ہندوی

پنج گویند۔ خاصیت پنچھترہا مفصلا ذیل۔ خاصیت جوک" وغیرہ۔

مجموعہ | اس مجموعہ میں تین کتابیں اور کچھ دیگر متفرق اوراق ہیں لیکن ہر ایک کے اوراق الگ الگ ہونے کی وجہ سے اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو گئے ہیں کہ بغیر کسی دیگر مکمل نسخہ سے تقابل کیے صحیح طور پر وضاحت نہیں کی جا سکتی۔ پھر بھی ہر کتاب کے اوراق ترتیب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مجموعہ میں سے صرف دو کتابوں کے نام نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں اور تیسری کتاب کا نام تو واضح نہیں ہے البتہ مقدمہ میں موضوع کی وضاحت پائی جاتی ہے۔ کتابوں کے الگ الگ نام ذیل میں دیے جاتے ہیں :

۱۔ کتاب در بیان علم نجوم، ۲۔ تحفۃ المجربات، ۳۔ چار پیر چہاردہ خانوادہ،
۴۔ متفرق اوراق۔

ان میں ۳/ کا نسخہ دوسری لائبریریوں میں بھی موجود ہے اس لیے اس کا تعارف بعد میں کیا نسخوں کے ساتھ کیا جائے گا۔ باقی تین کے بارے میں چند الفاظ حاضر ہیں۔

(۱) علم نجوم | اسم مصنف، تصنیف، کاتب اور تاریخ کتابت مذکور نہیں۔ کتابت نیم نستعلیق صفحات ۱۳۔ درمیانی اوراق ناقص۔ نسخہ متعدد ابواب کے ساتھ مرتب تھا لیکن پیش نظر نسخہ میں ابتداء سے مسلسل انیسویں اور صرف اٹھائیسویں باب تک کے عنوانات اپنی تشریحات کے ساتھ موجود ہیں۔ مصنف حمد و صلوٰۃ کے بعد موضوعِ نسخہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں :

"این کتاب در بیان علم نجوم جمع کردہ شدہ است تا اگر کسی را حاجت باشد از شناختن وقت و ساعت و طلوع و غروب و اوقات پنج نماز و رفتار ہفت ستارہ و دوازدہ بروج زائچہ طالع مولود کودکان کہ دریابد این کتاب را مطالعہ کند از پارسی و ہندوی بدانچہ علوم نجوم را حاجت است دریابد۔"

(۲) تحفۃ المجربات | مصنفہ خواجہ حکیم ثنائی، کاتب کا نام مذکور نہیں، کتابت خط شکستہ، صفحات ۹۳۔

صفحہ اول کے حاشیہ پر مصنف نسخہ کا نام "حکیم سنائی" بھی درج ہے۔ اس نام کے حرف س اور ث کی گتھی سلجھانے کے لیے متعدد کیٹلاگ کی کتابوں کا سہارا لینا پڑا لیکن کہیں سے کامیابی نہ ہوئی۔ البتہ "فہرست کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدر آباد کی جلد اول ۲۴۵-۷۴۲ سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حکیم سنائی کے علاوہ ایک اور یہی نام (سنائی) عہد اکبر بادشاہ میں ملتا ہے لیکن کوئی تصنیف یا دیگر حالات کا کوئی تذکرہ نہیں۔ پھر نسخہ "تحفۃ المجربات" کے سلسلے میں بھی فہرست مذکور سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اصل مصنف کون ہو سکتا ہے؟ کیونکہ فہرست مذکور میں اس کتاب کے دو نسخے ملتے ہیں جن کے مصنف کا نام حکیم الیاس بتایا گیا ہے:

پہلے نسخے کا نام تحفۃ المجربات صفحات ۳۲۵

دوسرے " " تحفۃ المجربات مع نسخہ جات متفرقہ درسائل متفرقہ طبیہ، صفحات ۴۱۶

اب یہاں جو نسخہ ہے اس کے مضامین اور کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ ثانی کے نام سے کچھ ایسا اشارہ ملتا ہے کہ بہت ممکن ہے دونوں جگہوں کے نسخے ایک ہی مصنف کے ہوں۔ رہ گئی یہ تحقیق کہ اصل مصنف "حکیم سنائی" ہیں یا "حکیم الیاس"؟ اس سلسلے میں کوئی دوسرا ذریعہ بسیار تلاش کے بعد بھی اب تک میسر نہ آیا اس لیے پیش نظر نسخہ سے چند تحریریں نمونۃً پیش کی جا رہی ہیں تاکہ اصحاب تحقیق میں سے کوئی صاحب کچھ روشنی ڈال سکیں۔

نسخہ کا دیباچہ:۔

"حمد موفورہ وثنار نا محصورہ بحضرت ملک المتعال و بادشاہ لایزال کہ گشندہ نیلگون برطناب بے ستون معلق داشتہ ... و درود بر سید کائنات و خلاصہ موجودات سلطان الانبیاء برہان الاصفیاء محمد مصطفیٰ صلعم فی الدارین کہ کتاب "تحفۃ المجربات" از تصنیف خواجہ حکیم ثنائی از برای فوائد مسلمان تا ہر کسی از ...... مصنف را بدعا یاد آرند"

اس دیباچہ کے بعد مردوں، عورتوں سے متعلق جتنی قسم کی تمنائیں اور حاجتیں ہو سکتی

ہیں اُن سبھی کے بارے میں دوائیں اور دعائیں مع نقوش بالتفصیل درج ہیں۔ خواہ زن و شو کے تعلقات کا مسئلہ ہو یا زنانہ و مردانہ پوشیدہ امراض لاحق ہوں اور چاہے کسی مرد یا عورت کے مابین عشق و محبت کا سلسلہ پیدا کرنا مطلوب ہو۔

خدائے تعالیٰ کے بارہ[12] ناموں کے سلسلے میں ایک جگہ ذیل کی عبارت ہے:

" دوازدہ[12] نام باری تعالیٰ سی و یک[31] خاصیت دارد، ہر کہ تنگ آرد کافر گردد۔ خاصیت اول بروایت ابوبکر صدیقؓ اگر کسے رابستہ باشد پانزدہ[15] روز این نام بنویسد بشوید، بخورد مرد شود۔ خاصیت دوم بروایت امیرالمومنین عمر خطابؓ ہر کہ این دوازدہ نام پنج بار بخواند جملہ ارواح مسخر او شوند۔ خاصیت سیوم بروایت عثمان اگر کسے را مقہور سازد این را بر خشت خام بخواند و در کفن بپیچد و در چاہ اندازد نماز جنازہ ہم بگذارد پس و پیش دو چہار روز جانش بحق تسلیم گردد۔ خاصیت چہارم بروایت علیؓ اگر خواب کسے خواہی کہ بستہ شود بر ریسمان لعل دوازدہ[12] گرہ دہد بر ہر گرہی یک مرتبہ بخواند بر زمین پنہان کند در حال خواب بستہ شود" الخ

اسی طرح تمام خصوصیات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد دوازدہ ناموں کا ذکر ہے۔ اس کے بعد دیو و پری اور جادو سے محفوظ رہنے کی ایک دعا ہے پھر دعائے تمخیتا "بیست و یک نام" اور اس کی افادیت کا تفصیلی ذکر ہے۔ اب یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دعائے تمخیتا کی روایت ناظرین کی دلچسپی کے لیے ذکر کر دی جائے:

" دعائے تمخیتا روایت می کند جعفر بن محمد صادقؓ از پیغمبرؐ کہ من از جبرئیل شنیدہ ام، جبرئیل گفت کہ من از میکائیل شنیدہ ام، میکائیل گفت کہ من از اسرافیل شنیدہ ام، اسرافیل گفت کہ من از عزرائیل شنیدہ ام، عزرائیل گفت کہ من از لوح محفوظ دیدم خطی سبز نوشتہ دیدہ ام درازی آں خط پانصد سالہ راہ بود، ستبرای آں خط دویست سالہ راہ بود و از آں خط از پشت جانور برمی آید و

برساق عرش می رسند وگفت دران ست کہ مرا معراج بردند در لوح محفوظ خطی نوشتہ دیدہ ام از جبرئیل پرسیدم این خط چیست ؟ گفت ازان تو برمی آید و برائے محمدؐ عطا شد۔ جبرئیل گفت ہر کہ این بیست و یکنام تمخیشا را بخواند یا برخود دارد از حسدِ حاسداں و دیو و پری .... آتش و غرق شدن آب و زہر بادہا و مخالف چوں سرخ بادہ ناسور و قولنج و تپ و لرزہ و درد سر و درد بدن و درد گلو و درد شکم و از ہمہ علتہا ایمن گردد۔ وہر کہ نامہا دارد اگر صد تیغ بروی زنند یکتا رموی او بریدہ نتواند۔ اگر کسے غیب داری ۲ دو رکعت نماز بگذارد بنام آں غایب و نیت کند و این نامہا را بخواند یا نوشتہ در زیر بالینِ خود بدارد در خواب بیند۔ پیغمبرؐ امیرالمومنین علیؓ را وصیت کردند بجہت نگاہ داشتن این نامہاش علیؓ این بیست یک نام را نوشتہ نگاہ دارد بعد ازاں بر ہر کہ روی بنمای پیش او می روی بفتح مظفر باز گشتن و کفار را ہزیمت و مقہور کردند برکت این نامہا امیرالمومنین علیؓ ہدیہ بفرزندان خود از ایں با ہارون رشید را دادند و را خزانہ بادشاہ بلخ رسید و از خزانہ محمد شاہ رسید۔ یادگاری بنوشتم کہ آخرت کار آید۔ دعای تمخیشا اینست :- "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ یا تمخیشا الذی لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ۔" ہر کہ این نام را با خود بدارد دُزد بروی غایب شود و از احتلام فارغ شود۔ این نام را برساق عرش نوشتہ اند نور او ہفتاد بار تاباں تر است از نور آفتاب" الخ

مذکورہ بالا دیے گئے نمونوں میں ناظرین کو اگر املا، قواعد یا دیگر قسم کی خامیاں نظر آئیں تو یہ کاتبِ نسخہ کی کتابت پر محمول کی جائیں۔ احقر کے قلم نے ان میں کسی قسم کی خیانت روا نہیں رکھی ہے، ہو بہو جو کچھ نسخہ میں موجود تھا نقل کر دیا ہے۔ جتنے بھی نسخوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے اُن سب میں کتابت کی خامیاں نظر آتی ہیں۔

(۴) متفرق اوراق | یہ چار صفحات ہیں جو غالباً مختلف کتب سے انتخاب کیے گئے ہیں۔ ان میں

دیوانِ راجا سے چند غزلیں، اسمائی چہاردہ معصوم، "خاصیت پوشید." عنوان کے تحت لباس کی پوشش کا بیان بصورت نظم، ہفتہ کے ساتوں دنوں کی خصوصیات، "ترجمہ حدیث حضرت پیغمبرؐ" عنوان کے تحت کچھ اشعار ہیں جن میں مہینہ کے ہر دن کی خصوصیات کا ذکر ہے نیز کچھ دعائیں ہیں جو زنانہ امراض، پیدائش اولاد اور دشمن کی ہلاکت سے متعلق ہیں۔

۱؎ Annual Report, 1927: Page 17 ۲؎ ایضاً Page 19. ۳؎ L. Bagdanov ۴؎ Julius Germanus ۵؎ Annual Report, 1929. Page 5 ۶؎ ایضاً 1929: Page 4 ۷؎ ایضاً ۸؎ Annual Report 1930: P.5 ۹؎ ایضاً 1932: Page 2 ۱۰؎ موصوف اردو کے مشہور شاعر افسک امرتسری کے برادر بزرگ تھے۔ ۱۱؎ جس دور کی یہ باتیں قلم زد کی جا رہی ہیں۔ وشوا بھارتی کی حیثیت کالج کی ہی تھی جو کلکتہ یونیورسٹی کے ماتحت تھی لیکن یہاں ریسرچ کا بھی نظم و ضبط تھا جو مقالہ جات مکمل ہو جانے کے بعد کلکتہ یونیورسٹی میں پیش ہوتے تھے اور پھر وہیں سے پی ایچ ڈی کی ڈگری دی جایا کرتی تھی۔ پھر یہ کالج ۱۹۵۱ء میں یونیورسٹی ہو گئی۔ ۱۲؎ Annual Report, 1932: Page 3 ۱۳؎ ایضاً 1938: Page 2. ۱۴؎ Visva Bharati News, 1935: Page 42 ۱۵؎ ایضاً Page 95 ۱۶؎ Annual Report 1939: Page 9 ۱۷؎ ایضاً 1940: Page 9

۱۸؎ انہی مسٹر موصوف کی ضرورت اور طلب پر میں وشوا بھارتی یونیورسٹی میں آیا۔ اس زمانے میں یہ مسٹر شعبۂ اسلامی میں ریڈر کے منصب پر فائز تھے۔ دو سال تک شعبہ میں عارضی طور پر میں مسٹر موصوف کے ماتحت فارسی مخطوطات کی نقلیں کیا کرتا تھا جو زیادہ تر تاریخ افغان سے متعلق ہوا کرتی تھیں۔ انہی سالوں میں حیدرآباد کے میرے محترم و مشفق ڈاکٹر ہاشم امیر علی صاحب یہاں یونیورسٹی کی اعلیٰ کمیٹی کے ممبر تھے اور جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کی رورل انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر بھی تھے

شانتی نیکیتن ہی میں موصوف سے مجھے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ یہ ملاقات میرے معاشی مستقبل کے لیے وجہ طمانیت بن گئی۔ ڈاکٹر موصوف کی ایماء اور کرم فرمائی سے یونیورسٹی کی لائبریری میں اردو، فارسی اور عربی کتب کی خدمت کے لیے فروری ۱۹۶۶ء میں مستقل تقرر ہو گیا اور اب تک اسی ذمہ داری کے طفیل اپنے اہل و عیال سمیت ارضِ شانتی نیکیتن پر ایامِ حیات بسر کر رہا ہوں۔

۱۹ Annual Report., 1961 : Page 109 ۲۰ ایضاً ۲۱ Visva Bharati News, Feb. 1966 ۲۲ Annual Report, 1966-67: Page 100

۲۳ موصوف دو سال سے رخصت لے کر خرطوم (سوڈان) میں بحیثیت پروفیسر اسلامیات مقیم ہیں۔

۲۴ حافظ موصوف ڈاکٹر انصاری صاحب کی عدم موجودگی میں شعبۂ اسلامیات کا پورا نظم سنبھالے ہوئے ہیں۔ ــه یہ غالباً وہی مسٹر حسین شہید سہروردی ہیں جو پاکستان کے وزیر اعظم رہ چکے تھے۔

۲۵ Visva Bharati News V.1, 1932 : Page 10 ۲۶

Visva Bharati ۲۷ Annual Report, 1933 : Page 12

News V.1, 1933, Page 70 ۲۸ یہ گوارٹر یہاں دو ناموں "نظام ہاؤس" یا "حیدرآباد ہاؤس" سے متعارف ہے۔ ۲۹ Annual Report 1927 : Page 19

۳۰ ایضاً: 1952 : Page 46 ۳۱ ایضاً 1934 : Page 2 ۳۲ ایضاً

Visa Bharati News, V.4, 1935 : Page 42 ۳۳ Page 49

۳۴ شروع میں رابندرناتھ ٹیگور ہی کالج کے پریسیڈنٹ تھے اور اسی نام سے انھوں نے فنڈ قائم کیا تھا جس کے ذریعے وہ چندہ فراہم کیا کرتے تھے۔ ۳۵ Annual Report 1927 : Page 27 ــه کچھ عربی مطبوعات جرمن اور انگلینڈ سے بھی تحفۃً آئی تھیں۔

ــه "لغت نامہ دہخدا" میں حرف "دال" کے تحت نامی تخلص کے متعدد شعراء کا ذکر مع تصنیفات کے کیا گیا ہے لیکن "ہفت دلبر" کا کہیں ذکر نہیں۔ اس کے علاوہ دیگر کتب میں بھی تلاش کیا گیا لیکن سوس کہ اس مثنوی کا ذکر مجھے کہیں نہ مل سکا۔ اگر کوئی صاحب تحقیق نشاندہی فرمائیں تو مشکور ہوں گا۔

۳۷ آج کل بنگلہ سال ۱۳۸۷ء چل رہا ہے۔ (یہ بنگلہ سال بیساکھ کے مہینہ سے شروع ہوتا ہے اس کے ماہ وہی ہیں جو ہندی فصلی کے ہیں) ۳۸ موصوف شیر گڈھ (پنجاب) میں ۹۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۲۴ھ میں لاہور میں وفات پائی۔ اپنے والد سید رحمت اللہ اور چچا سید داؤد سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ چچا کے زیر ہدایت روحانیت کے مقامات طے کیے۔ پھر چچا نے اپنے ایک خاص مرید شیخ عبدالوہاب کے سپرد کر دیا تاکہ وہ ان کو صوفیہ کے آدابِ سلوک و طریقت سکھائیں۔ چنانچہ شاہ ابوالمعالی نے خوب ریاضت کی، صوم و صلوٰۃ صحرا میں گزارتے، نیلوفر کے سبز پتے ابال کر روزہ افطار کرتے۔ ۹۸۲ھ میں اپنے مرشد کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ مقرر ہو گئے۔ موصوف صوفی کے علاوہ شاعر بھی تھے اور تخلص غربتی تھا۔ ان کا ایک مرتب شدہ دیوان پایا جاتا ہے اس کے علاوہ مزید چھ کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ ("پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ" از ڈاکٹر ظہور الدین احمد، بر ص ۲۳-۹ شائع کردہ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۴ء) ۳۹ اسی طرح کے خطوط و جوابات تقریباً مولانا یوسفی ہراتی کے بھی ہیں جو ہمایوں بادشاہ کے منشی تھے اور جن کے خطوط و جوابات "بدائع الانشاء یا انشاء یوسفی" کے نام سے مشہور رہے۔ اور یہ نسخہ یہاں لائبریری میں موجود ہے جس کا ذکر اپنے موقعہ پر آئے گا۔ ۴۰ آج کل بنگلہ سال ۱۳۸۷ء چل رہا ہے

مکمل تاریخ اسلام: (گیارہ جلدوں میں) مؤلفہ: قاضی زین العابدین صاحب
مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی رح

تاریخ اسلام کا یہ سلسلہ جو تاریخ ملت کے نام سے مشہور ہے۔ تمام طبقوں میں مقبول ہو چکا ہے اسکولوں اور کالجوں کے نصاب میں داخل ہونے کے لائق کتاب ہے، عہد نبوت سے آخری مغل تاجدار تک کے زمانے کے حالات گیارہ جلدوں میں سموئے گئے ہیں۔

مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد دہلی